آنے لگے۔ بڑی مشکل تھی، اندر بیٹھی رہیں اور وقتِ آخر بھی پاس نہ بیٹھیں۔ پھر ہم چادریں لے کر پاس بیٹھ گئیں۔ سب قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ اور وہ باری باری زمزم منہ میں ڈال رہے تھے۔ ایک قطرہ بھی باہر نہیں بہا وہ سکون سے پی لیتے رہے اور چند سانس باقی تھے کہ اماں جی نے توجہ کیا کہ دیکھو تو زبان ذکر کر رہی ہے اور میں نے دیکھا کہ جس اللہ نے ان کو اقلیم خطابت کا یکتا تاجدار بنایا اور جس کی دی ہوئی قوت کو انہوں نے اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بیان میں ختم کر دیا اُسی کا نام لیتے ہوئے انہوں نے ایک دفعہ آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا اور پھر بند کرلیں۔ میرے ابا جی! میرے پیارے ابا جی! اس دنیا سے رخصت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون!

بڑے لوگ پہلے بھی ہوئے اور اللہ کو منظور ہے تو پھر بھی پیدا ہوتے رہیں گے مگر ہم نے ابا جی جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

میرے ہی چند اشعار ان کی محبت، وشفقت کی نذر ہیں۔

جب کبھی وہ سفر پہ جاتے تھے ۔۔۔ دل بہت بے قرار ہوتا تھا
ان کی آمد کا بالخصوص مجھے ۔۔۔ رات دن انتظار رہتا تھا
اس زمانہ میں جب کہ بیٹی سے ۔۔۔ بات کرنا بھی عار ہوتا تھا
مجھ پہ بیٹوں سے کچھ سوا شفقت ۔۔۔ ان کا خاص اِک شعار ہوتا تھا
مجھ سے اکثر خطائیں ہو جاتیں ۔۔۔ ان کی جانب سے پیار ہوتا تھا

وہ انوکھا پیار کرتے تھے ۔۔۔ جان ہم پر نثار کرتے تھے
ہم تو اولاد ہیں وہ عزیزوں کو ۔۔۔ اس قدر بے قرار کرتے تھے
لوگ اپنوں کو بھول جاتے تھے
جان اُن پر نثار کرتے تھے

ابا جی کے ایک مرید تھے جالندھر کے حاجی غلام محمد صاحب تقسیم کے وقت جائیداد ہی کا دماغ پر ایسا اثر ہوا کہ حواس مختل ہو گئے۔ صبح ہوں یا دَورے میں، آتے ہر صورت تھے دن نمازِ فجر کے وقت ہی گلی میں چکر لگا رہے تھے اور بخانے کیا کچھ پڑھ رہے تھے ابا جی